مخالف کا نکتہ نظر

خاور امین باجوہ کا تعاقب

سردار داؤد احمد۔ اٹک

یزید کی ولی عہدی کو ثابت کرنے کے لئے جن عجیب و غریب دلائل کا سہارا لیا گیا ہے۔ اور تار عنکبوت سے بھی کمزور دلائل دیئے گئے ہیں۔ ان کا لب لباب یہی تھا کہ چونکہ حضرت معاویہ نے یزید کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ لہٰذا مخالفت کی صورت میں عدالت صحابہ کے نظریہ کا ابطال ہو گا۔

دوسرا قارئین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی۔ تمام امت مسلمہ اور صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین نے بخوشی یزید کی بیعت کر لی تھی۔ عدالت صحابہ اور عظمت صحابہؓ کے راگ الاپنے والوں کی نظر میں کیا سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت امام حسین صحابیؓ نہ تھے۔ قران کریم نے تمام مسلمانوں کے ساتھ خود صحابہ کرام کو بھی یہ تعلیم دی۔ کہ جب کسی معاملے میں تمہارے درمیان اختلاف ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسولؐ کی جانب لوٹا دو۔

فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول

دوسرے لفظوں میں اختلاف کی صورت میں صحابہؓ کے لئے بھی مرجع کتاب و سنت ہی ہے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں

معاویۃ اول خلیفۃ بایع لولدہ فی الاسلام

معاویہؓ پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے اسلام میں اپنے بیٹے کے لئے بیعت لی۔ (الکامل جلد ۳)

امام ابن تیمیہؒ منہاج السنہ جلد ۳ میں فرماتے ہیں

"حضرت عمر نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ اور اپنے ہم زاد سعید بن زید کو امیدواری امارت سے خارج کر دیا حالانکہ سعیدؓ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ قبیلہ بنی عدی کے افراد تھے یعنی حضرت عمرؓ کے ہم قبیلہ تھے۔"

مزید فرماتے ہیں۔

"حضرت ابوبکر اور حضرت عمر دونوں نے اپنی زندگی میں اپنے کسی عزیز کو کوئی منصب نہیں سونپا اور نہ جانشین بنایا۔ حالانکہ ان کی اولاد میں اور اقارب میں نامور صحابہ موجود تھے۔ (منہاج السنہ جلد چہارم)

امام احمد نے اپنی مسند جلد میں عبداللہ بن سعید کی حدیث روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے

سنا آپ بیان کر رہے تھے کہ میں عنقریب قتل کیا جاؤں گا۔ تو لوگوں نے کہا کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں تو فرمایا نہیں میں تم کو اس حال پر چھوڑ جاؤں گا۔ جس حال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو چھوڑا تھا نیز حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ جلد ۵ میں بیہقی کے حوالے سے شفیق بن سلمہ اسدی کی باسناد حدیث نقل کی ہے کہ حضرت علی سے کہا گیا کہ آپ خلیفہ کیوں مقرر نہیں فرماتے تو آپ نے فرمایا۔

کیا رسول اللہؐ نے کسی کو خلیفہ بنایا تھا۔ جو میں خلیفہ بناؤں اس سے جو بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ خلیفہ کا انتخاب عوام الناس کی مرضی پر منحصر ہے۔ اور کسی شخص کا بزور خلیفہ بننے کی کوشش کرنا یا اپنے کسی عزیز کے حق میں جانشینی کا فیصلہ کرنا کوئی پسندیدہ فعل نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جو شخص بھی اشخاص و افراد کی بہ نسبت دین کی حقیقی قدروں کو عزیز رکھے گا۔ وہ ہر اس فعل کو بدعت کہے گا۔ جو خلاف کتاب و سنت ہو۔ خواہ اس کا صدور کسی سے بھی ہو۔

حضرت اور غیر حضرت کے لئے دو الگ الگ پیمانے نہیں ہو سکتے کیا عدالت صحابہؓ کا مطلب یہ ہے کہ امیر معاویہؓ کی تو ہر بات کی تائید کی جائے۔ خواہ کتاب و سنت میں اس کے حق میں کوئی دلیل نہ ہو اور جو صحابی امیر معاویہ سے اختلاف کریں۔ ان کے موقف کو تسلیم نہ کیا جائے۔ خواہ وہ کتاب و سنت کے موافق ہی ہو۔ اور کیا وہ سارے محدثین اور مفسرین حضرت معاویہؓ اور صحابہ کرامؓ کے فضائل سے بے بہرہ تھے۔ جنہوں نے ولی عہدی کے مسئلہ میں حضرت معاویہ کے فیصلہ سے اختلاف کیا۔ جو لوگ اسے صحیح ثابت کرنے کی سعی لاحاصل میں مصروف ہیں انہیں سنت رسولؐ سے زیادہ فعل معاویہؓ کے دفاع کی فکر لاحق ہے جو قابل مذمت ہے۔

حضرت معاویہؓ کے اس فعل کے بعد یہ بات ایک سنت جاریہ کی حیثیت اختیار کر گئی۔ کہ خلیفہ اپنی زندگی میں ہی اپنے خاندان کے کسی فرد کو ولی عہد مقرر کر دے اور اس کی بیعت لے لے۔ اس سے مسلمانوں میں انتخابی خلافت کا طریقہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ اس کی جگہ آمریت نے لے لی ہے۔

صحیح بخاری تفسیر سورۂ احقاف میں موجود ہے۔

کہ "حضرت معاویہ نے مروان کو مدینے کا گورنر بنایا۔ انہوں نے اپنے ایک خطبے میں یزید کی ولی عہدی کا ذکر شروع کیا۔ تو عبدالرحمٰن بن ابو بکر نے اس پر اعتراض کیا مروان کہنے لگا پکڑو اسے۔ عبدالرحمانؓ نے بھاگ کر حضرت عائشہ کے گھر میں پناہ لی مروان نے وہاں تک پیچھا کیا اور حضرت عائشہ کے ساتھ بھی تلخ کلامی کی۔" نیز بخاری شریف باب غزوہ خندق میں موجود ہے۔

"حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں حضرت حفصہ کے ہاں گیا وہ نہا رہی تھیں اور پانی ان کے بالوں سے ٹپک رہا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ لوگوں کا حال تو آپ دیکھ رہی ہیں۔ مگر امارت سے میرا کوئی سروکار نہیں رہنے دیا گیا۔ حفصہؓ بولیں۔ آپ جائیں لوگ آپ کے منتظر ہیں اور میں ڈرتی ہوں کہ آپ کے وہاں نہ جانے سے پھوٹ پڑ جائے گی۔ غرض حضرت حفصہؓ نے انہیں اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک وہ مجمع میں نہ چلے گئے۔ جب لوگ الگ الگ ہو گئے تو امیر معاویہ نے تقریر کی اور کہا کہ جو شخص امارت یا بیعت کے معاملے میں کچھ کہنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ ذرا اپنا سر تو اونچا کرے ہم اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ امارت کے حقدار نہیں۔ حبیب بن مسلمہ نے پوچھا کہ آپ نے اس کا جواب نہ دیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنی چادر اتاری اور ارادہ کیا۔ کہ امیر معاویہ سے کہوں کہ تم سے زیادہ حقدار امارت کا وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کی خاطر لڑائی کی۔ پھر مجھے خدشہ ہوا کہ میری بات سے تفرقہ پیدا ہو گا' خونریزی کی نوبت آئے گی اور میری بات سے کچھ اور ہی مفہوم لیا جائے گا۔ پھر میں نے ان نعمتوں کی یاد تازہ کی جو اللہ نے جنت میں تیار کی ہیں۔ حبیب کہنے لگے کہ آپ محفوظ رہے اور بچ گئے۔

یزید کی حکومت کو چار و ناچار جس طرح دوسرے مسلمانوں نے تسلیم کر لیا تھا۔ اسی طرح ابن عمر نے بھی کر لیا تھا۔ لیکن یہ کہنا حقائق سے منہ پھیرنے کے مترادف ہے کہ ابن عمر یا دوسرے کبار صحابہ و تابعین نے برضا و رغبت یزید کی حکومت کو تسلیم کر لیا تھا۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی۔

"افضل کے مقابلے میں مفضول کی بیعت جائز نہیں۔ الا یہ کہ فتنے کا خدشہ ہو اس لئے حضرت ابن عمرؓ نے حضرت علیؓ کے بعد حضرت معاویہؓ اور پھر ان کے لڑکے یزید کی بیعت کی اور اپنے بیٹوں کو اس کی بیعت توڑنے سے روکا اور اس کے بعد عبدالملک بن مروان کی بھی بیعت کی"

شیخ اسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

امیر معاویہ اپنی حکومت میں اپنے طرز عمل کے اعتبار سے بہترین لوگوں میں سے تھے اور مخلص مسلمان تھے۔ اگر آپ حضرت علیؓ سے محاربت نہ کرتے اور اپنے اقتدار میں بادشاہت کا طریقہ اختیار نہ کرتے تو کوئی شخص بھی ان کا ذکر اچھائی کے بغیر نہ کرتا جس طرح کہ آپ جیسے دوسرے صحابہ کرام کا ذکر خیر کیا جاتا ہے۔ (منہاج السنہ جلد ثانی)

صحابہ کرام سب کے سب ایسے عادل اور راستی پر ہیں کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس کے سوا

کوئی اور عقیدہ رکھے۔ لیکن اس کے باوجود انؓ سے ایسے عمل کا صدور ہو سکتا ہے۔ جو ان کے مقام کے لائق نہ ہو کہ اس مقام کی نسبت سے اس پر عذر پیش کیا جائے۔ مثلاً معاویہؓ کا یزید کو جانشین بنانا۔ یقیناً بیٹے کی محبت کی زیادتی نے اس کے کمال کو ان سے مزین بنا دیا۔ اور اس کے وہ عیوب ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے جو دن چڑھے سورج سے بھی واضح تر تھے۔ امیر معاویہؓ کے کمال کی نسبت سے یہ ایک لغزش ہے جسے اللہ بخشش دے گا۔ لیکن اس سلسلے میں ان کی تقلید جائز نہیں۔ پس جو ان کی پیروی کرے گا وہ اوندھے منہ جہنم میں داخل ہو گا۔

مزید فرماتے ہیں۔

"ہم نے امیر معاویہ اور ان کے بیٹے کے درمیان فرق ملحوظ رکھا ہے اور دونوں کے متعلق وہی بات کی ہے۔ جس کے وہ حقدار تھے کیونکہ ہم کسی حقیقت اور ناخوشی کے بغیر غلط دلائل کے پیرو نہیں۔ اگر ہمارا معاملہ جانبداری پر مبنی ہوتا۔ ہم معاویہؓ کے لڑکے کے بارہ میں ان سے اختلاف نہ کرتے جس کے متعلق انہوں نے فرمایا تھا۔ اگر مجھے اس سے محبت نہ ہوتی تو میں راہ اعتدال پالیتا یعنی یزید کے بجائے کسی دوسرے کو جانشین بنا کر زیادہ بہتر اور منصفانہ طریقہ اختیار کرتا۔"

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ یزید کی ولی عہدی کے لئے بیعت اس وقت لی گئی جبکہ عشرہ مبشرہ میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت سعیدؓ بن زید زندہ تھے۔ چاروں خلفائے راشدین کے صاحبزادگان زندہ تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت سعید بن العاصؓ جیسی قابل قدر ہستیاں موجود تھیں۔ ان سب کو چھوڑ کر یزید محض اس وجہ سے خلافت کے لئے اہل تھا کہ وہ خلیفہ وقت کا لڑکا تھا۔

جہاں تک یزید کی صالحیت کے بلند بانگ دعوے کئے جاتے ہیں اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ نماز روزے کا پابند تھا تو یہ کام تو حجاج بن یوسف بھی کرتا تھا۔ بلکہ اس نے تو قرآن مجید پر اعراب بھی لگوائے تھے۔ سندھ کی فتح بھی اس کے کارناموں میں سے تھی۔ حالانکہ اسی کے متعلق امام ترمذی کتاب الفتن میں صحیح سند کے ساتھ ہشام بن حسان سے روایت کرتے ہیں کہ حجاج نے ایک لاکھ انسانوں کو مشکیں کس کر قتل کیا تھا۔ پھر تو اسے بھی رحمتہ اللہ علیہ کہنا چاہئے۔

یزید کے فاسق ہونے پر علمائے اہل سنت کے اتنے فتوے ہیں۔ حافظ ابن کثیر البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۲ پر خود اپنی رائے بیان فرماتے ہیں۔

"میں کہتا ہوں کہ یزید بن معاویہؓ کے اعمال میں اکثر جو چیز ناپسند کی گئی ہے وہ اس کی شراب نوشی اور ارتکاب فواحش تھی جہاں تک حضرت حسینؓ کے قتل کا تعلق ہے تو یہ معاملہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کے دادا ابو سفیان نے احد کے دن کہا تھا کہ مسلمانوں کے قتل کا حکم اس نے نہیں دیا۔

مگر جو کچھ ہوا وہ اس کے کے لئے باعث افسوس بھی نہیں ہے"

بعض نے کہا ہے کہ یزید کے خاتمہ کا حال معلوم نہیں کہ شائد کفرد معصیت کے بعد اس نے توبہ کر لی ہو۔ امام غزالی کا میلان احیاء العلوم میں اسی طرف ہے۔ مگر مخفی نہ رہے کہ یہ توبہ اور معاصی سے رجوع ایک احتمال ہے ورنہ اس نے اس امت میں جو کچھ کیا کسی نے نہ کیا۔ امام حسین و اہل بیت کی اہانت اور قتل کے بعد اس نے اپنے لشکر کو مدینہ مطہرہ کی تخریب اور اہل مدینہ کے قتل کے لئے بھیجا واقعہ حرہ میں تین روز مسجد نبوی بے اذان و نماز رہی اس کے بعد مکہ مکرمہ کی طرف لشکر روانہ ہوا جس کے نتیجے میں آخر کار حضرت عبداللہ بن زبیر عین حرم مکہ میں شہید ہوئے۔

جہاں تک ابن خلدون کا موقف ہے تو بلاشک انہوں نے ولی عہدی کو جائز اور صحیح ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ مگر انہوں نے بھی اس بحث کے دوران جابجا فسق یزید کو برملا تسلیم کیا ہے۔ بلکہ ابن عربی جیسے لوگوں پر سخت گرفت کی ہے۔ جو اسے فاسق کے بجائے عادل مان کر امام حسینؓ کے موقف کو مشکوک بتاتے ہیں۔

کاش مقدمہ ابن خلدون نقل کرنے والے ان کا صحیح موقف نقل کرتے اور علمی بددیانتی سے پرہیز کرتے۔

میں یہ مضمون ختم کرنے سے پہلے سرور کائنات کا یہ ارشاد نقل کرتا ہوں۔

لا یرید احد المدینہ بسوء الا اذا بہ اللہ فی النار ذوب الرصاص

مدینہ کے ساتھ جو شخص بھی برائی کا ارادہ کرے گا اللہ اسے جہنم کی آگ میں سیسے کی طرح پگھلا دے گا۔

دوسری حدیث میں فرمایا

من اخاف اھل المدینۃ ظلما اخافہ اللہ و علیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ انہی احادیث کی روشنی میں علماء کے ایک گروہ نے یزید پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے جس میں ابن جوزی، قاضی ابو یعلی علامہ جلال الدین سیوطی علامہ تفتازانی شامل ہیں۔

میری آپ سے گزارش ہے کہ اپنی عاقبت کو سامنے رکھ کر یزید کو رحمتہ اللہ علیہ نہ لکھا کریں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی مجلس میں ایک مرتبہ ایک شخص نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے امیر المومنین کے الفاظ استعمال کئے تھے۔ تو سخت ناراض ہو کر انہوں نے فرمایا۔ تو یزید کو امیرالمومنین کہتا ہے اور اسے بیس کوڑے لگوائے تھے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۱ صفحہ ۳۶۱)